فقہ حنفی میں جعالہ کی حیثیت اور عصر حاضر میں اس کی تطبیقات

The Contract of Jua'la in Hanafi's Jurisprudence and its Contemporary Implementation

ڈاکٹر ضیاء الحق *
ڈاکٹر مشتاق احمد **

Abstract:

Islam is a complete code of life that guides human in all spheres of life and provides the best solution for all human needs, especially in the modern era, where financial sector is on the rise and new forms of commercial contracts and transactions are being emerged. In order to overcome with the financial problems, Islam has declared so many financial transactions permissible such as Lease, Murābaha, Mushārakah, Muḍārabah etc. The contract of Juā'la is also one of these Islamic financial contracts that is more common and extensive than any other contract, due to lack of strict conditions for its execution. Although Juā'la is an important financial contract but neither has it been discussed in much details in Islamic Jurisprudence, especially in Ḥanafi Fiqh, nor major efforts have been carried out regarding its practical implementation. Therefore, this study is carried out to understand the Juā'la contract from Ḥanafi's perspective along with its contemporary practicality. This research clearifies the real meaning of Juā'la contract in Ḥanafi School, as well as, provides practical solutions to commercial and financial contracts.

Keywords: Juā'la, Jual, Islamic Law and Jurisprudence, Ḥanafi school of thought.

*لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، یونیورسٹی اسلام آباد
**پروفیسر (ریٹائرڈ)، یونیورسٹی آف پشاور

تعارف

تشریعِ اسلامی اور نصوصِ الہیہ کی روشنی میں اسلامی فقہ کی تکوین و تشکیل کا آغاز دور نبوی ہی میں ہو چکا تھا جس نے آئندہ تین صدیوں میں اپنے ارتقائی سفر کا بیشتر حصہ کامیابی کے ساتھ مکمل کیا۔ نبی کریم ﷺ نے تجارتی معاملات میں جہاں متعدد عقود، تجارتی معاہدات اور طرقِ اکتساب رزق کو ناجائز قرار دے کر انہیں منسوخ کیا وہاں آپ ﷺ نے بیشتر تجارتی عقود و معاہدات کو تنقیحی و تہذیبی عمل سے گزار کر برقرار رکھا۔ عقدِ جعالہ کا تعلق مؤخر الذکر عقود سے ہے جہاں فقہ اسلامی نے اسے ایک خاص ضابطہ اخلاق اور شرعی حدود و قیود کے اندر رکھا ہے تاکہ جعالہ کے نتیجے میں حرام کمائی، غیر شرعی طرق اور غیر شرعی افعال کو تقویت و نشو نما نہ ملے۔ نیز یہ ایک قدیم تصور ہے جس کا ذکر شاید سب سے پہلی بار قرآن پاک میں سورۃ یوسف میں ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:﴿قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ﴾ [1] (انہوں نے کہا کہ ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا اور جو شخص اسے لا کر دے گا اس کو ایک اونٹ کا بوجھ (انعام میں) ملے گا اور میں اس (انعام کے دلوانے) کی ذمہ داری لیتا ہوں)۔

اس آیت کے علاوہ حدیث لدیغ[2] میں بھی اس جعالہ کا تصور پایا جاتا ہے۔ چنانچہ جہاں ایک طرف قرآن و سنت سے جعالہ کے تصور اور اس کی حقیقت کے بارے میں ذکر ملتا ہے جس سے جعالہ کی اہمیت کی طرف اشارہ ہوتا ہے وہاں دوسری جانب انسانوں کے آپس کے معاملات نے بھی اس کی اہمیت میں اضافہ کیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے روزمرہ کے مسائل اور ضروریات کو پورا کرنے کیلئے تجارتی لین دین سے واسطہ پڑتا ہے جس میں آئے دن تبدیلی آتی رہتی ہے جس کے نتیجے میں عقود و معاملات کی نئی نئی صورتیں وجود میں آرہی ہیں جن کو احسن طریقے سے انجام دینے کیلئے اسلام نے مختلف عقود مثلاً؛ عقدِ اجارہ، عقدِ مرابحہ، عقدِ جعالہ، عقدِ شرکت وغیرہ کو جائز قرار دیا ہے جن میں سے عقدِ جعالہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں باقی عقود کے مقابلے میں زیادہ وسعت ہے جس کی بدولت بہت سارے ایسے معاملات کو بھی اسلامی اصولوں کے مطابق بنایا جاسکتا ہے جو باقی عقود مثلاً اجارہ، شرکت وغیرہ کے ذریعے ممکن نہیں ہے۔

قدیم و معاصر فقہ بالخصوص فقہ حنفی میں جعالہ کے بارے میں اگرچہ اجمالی طور پر ذکر ملتا ہے تاہم کوئی مستقل کاوش سامنے نہیں آتی اور اگر کہیں موجود بھی ہے تو اسے عصری تطبیقات کا جامہ نہیں پہنایا گیا چنانچہ ضرورت محسوس ہوئی کہ اس عقد کے بارے میں تحقیق کی جائے تاکہ اس عقد کی حقیقت بمع عصری تطبیقات کے کھل کر سامنے آئے اور ہر عام و خاص شخص کو فائدہ پہنچ سکے۔

جعالہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی

ابن منظور نے جعالہ کے لغوی معنی بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ لفظِ "الجعالة "ج ع ل کے مادہ سے ماخوذ ہے جو "فعَل یفعَل یعنی فتح یفتح" کے وزن پر آتا ہے اور یہ جعالہ مصدر ہے جو جیم کے کسرہ، فتح اور ضمہ تینوں اعراب کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔ ابنِ منظور کا کہنا ہے کہ جعالہ کے معنی ہیں "کسی شخص کے عمل پر اس کو کوئی انعام یا صلہ دینا" جس کے ہم معنی، مترادف اور ذات الصلہ الفاظ "جعل، جعال اور جعیلة" ہیں۔ ان سب میں مستقبل کے کسی کردہ امر کے بدلے انعام کا وعدہ کیا جاتا ہے۔[3]

صاحب تاج العروس نے جعالہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ جعل سے ہے اور اس کے مختلف معانی آتے ہیں جن میں سے ایک معنی یہ ہے کہ کسی عمل پر کوئی انعام یا عوض دینا۔ ان کا کہنا ہے کہ جعالہ میں جو انعام یا عوض ہوتا ہے یہ اجرت سے زیادہ عام ہے یعنی جس طرح اجرت بھی کسی عمل کا بدلہ ہوتا ہے اسی طرح جعالہ بھی درحقیقت ایک بدلہ ہوتا ہے جو کسی عمل پر مرتب ہوتا ہے لیکن اتنی بات ہے کہ اس کے معنی میں اجرت سے زیادہ عموم پایا جاتا ہے۔ اسی طرح تاج العروس میں جعالہ کے معانی میں سے ایک معنی "عطیہ" بھی بتایا گیا ہے۔[4] فقہی اصطلاحات کے ماہر ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی نے جعالہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

"الجعالة التزام عوض معلوم على عمل معين بقطع النظر عن فاعلهِ ، كقولهِ من رد عليّ حصاني فلـــه كـــذا" [5](جعالہ معین عمل کے بدلے متعین عوض کے التزام کا نام ہے قطع نظر اس سے کہ اس کا فاعل معلوم ہو۔ جیسا کہ کوئی شخص یہ کہے کہ جو مجھے میری چادر واپس کرے اس کو اتنا ملے گا)۔

یعنی جعالہ کسی شخص کا اپنے ذمہ ایک معلوم عوض کو ایک معلوم عمل کے مقابلے میں لازم کرنے کیلئے بولا جاتا ہے درآں حالیکہ اس عمل کا حامل یا اس فعل کا فاعل غیر معلوم ہو۔ قلعہ جی کے مذکورہ تعریف کے آخری حصہ کو دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ الفاظِ جعالہ اور متن جعالہ عموماً کسی فرد کا نام لے کر رُوبعمل نہیں لایا جاتا بلکہ اس میں فاعل یا عامل کو مطلق چھوڑ دیا جاتا ہے کہ جو بھی یہ فعل یا عمل کرے اس کو اتنا انعام ملے گا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ﴾ [6](انہوں نے کہا کہ ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا اور جو شخص اسے لا کر دے گا اس کو ایک اونٹ کا بوجھ (انعام میں) ملے گا اور میں اس (انعام کے دلوانے) کی ذمہ داری لیتا ہوں)۔

اس آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ جو بھی اس پیالے کو لے کر آئے گا اس کو ایک اونٹ کے بوجھ کے بقدر انعام ملے گا۔ اب یہاں فاعل کو متعین نہیں کیا ہے بلکہ مطلق چھوڑا ہے کہ فاعل یا عامل جو بھی ہو، اگر بادشاہ کا پیالہ لے کر

آجائے تو اسے انعام ملے گا ورنہ نہیں اور در حقیقت یہی عقدِ جعالہ ہے۔

جعالہ کے لُغوی اور اصطلاحی تعریفات سے مترشح ہوا کہ جعالہ کوئی یکطرفہ عمل نہیں ہے کہ بلکہ فقہی اور قانونی اعتبار سے یہ عموماً دو افراد، دو گروہوں اور کبھی کبھی عالمی طور پر دو قوموں کے درمیان قرار پاتا ہے اس حوالے سے لفظِ "جعالہ" سے پہلے لفظِ "عقد" کو لایا جاتا ہے تاکہ جعالہ میں یہ لفظ تکمیلِ جعالہ کیلئے ایک واسطہ کا کردار ادا کر سکے، اس لئے قانونی اور فقہی اعتبار سے صرف جعالہ کہنا یا لکھنا اس وقت تک اپنا صحیح مفہوم ادا نہ کر سکے گا جب تک اسے عقد کے لاحقے کے طور پر سامنے نہ لایا جائے اور یوں کہا یا لکھا جائے "عقدِ جعالہ"۔ اور اس عقدِ جعالہ کو انگریزی زبان میں "The Contract of Money Guarantee" یا "The Contract of Royalty" کہا جا سکتا ہے۔

مشروعیتِ عقدِ جعالہ

عقدِ جعالہ کا جواز قرآن کریم، احادیثِ نبویہ اور اجماع تینوں سے ثابت ہے چنانچہ سورۃ یوسف میں ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کا پیالہ گم ہو گیا تو انہوں نے اعلان کروایا کہ جو اسے ڈھونڈ کر لائے گا اسے ایک اونٹ کا بوجھ انعام میں ملے گا تو یہاں پر جو معاملہ ہوا ہے یہ عقدِ جعالہ ہے جس میں نہ تو عمل کی مقدار مقرر ہوئی ہے اور نہ کوئی مدت مقرر ہوئی ہے کہ اتنی مدت میں لانا ضروری ہے بلکہ عمل کے نتیجے پر انعام طے کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قالوا نفقد صواع الملک ولمن جاء بهِ حمل بعير وانا بهِ زعيم﴾[7] (انہوں نے کہا کہ ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا اور جو شخص اسے لا کر دے گا اس کو ایک اونٹ کا بوجھ (انعام میں) ملے گا اور میں اس (انعام کے دلوانے) کی ذمہ داری لیتا ہوں)۔

عقدِ جعالہ کے جواز سے متعلق احادیث مبارکہ میں بھی صریح دلائل موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ سفر کے دوران حضور اقدس ﷺ کے صحابہ کسی علاقے میں ٹھہریں۔ اس علاقے والوں نے صحابہ کی کوئی مہمانی نہ کی بلکہ مہمانی سے صاف انکار کر دیا۔ لیکن اتفاق سے ان کے سردار کو سانپ نے کاٹ لیا تو اس قبیلے والوں نے بہت علاج کروایا مگر کچھ نہ ہوا تو بالآخر صحابہ کے لشکر کے پاس آکر ان سے کہا کہ ہمارے سردار کو سانپ نے کاٹ لیا ہے آپ میں سے کوئی دم کر سکتا ہے؟ تو ایک صحابی نے اس شرط پر سردار کے سانپ کاٹے ہوئے زخم پر دم پڑھنے پر آمادگی ظاہر کی کہ وہ بکریوں کا ایک ریوڑ بطورِ جعالہ دیں گے جو انہوں نے منظور کر لی۔ چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: "فما أنا براق لكم حتى تجعلوا لنا جُعلاً فصالحوهم على قطيع من الغنم" [8] (میں تو اس وقت تک دم

دم نہیں کروں گا جب تک تم ہمارے لئے کوئی جُعل (انعام) نہ مقرر کرلو، تو انہوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ بطور انعام دینے پر رضامندی ظاہر کی)۔

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ جب آپ ﷺ کے سامنے یہ سارا واقعہ سنایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک کیا اور ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ ایک حصہ میرے لئے بھی لگالو۔ تو اس حدیث میں آپ ﷺ نے ان کے عمل کو درست قرار دیا جس سے جعالہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

عقدِ جعالہ جس طرح قرآن کریم اور سنت نبویہ سے ثابت ہے اسی طرح اجماعِ امت سے بھی اس کا جواز ثابت ہے۔ چنانچہ علامہ رملیؒ نے ذکر کیا ہے کہ عقد جعالہ کے سلسلے میں اصل یہ ہے کہ یہ اجماع سے ثابت ہے۔[9]

عقدِ جعالہ فقہ حنفی کی روشنی میں

حنفی فقہاء میں سے امام محمدؒ اور دیگر متاخرین فقہاء نے عقدِ جعالہ کی تعریف اور اس کی مشروعیت پر بحث کی ہے۔ چنانچہ امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ نے مختلف مقامات پر جعالہ پر بحث کی ہے جس کو امام سرخسیؒ نے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر "البركة فى الخيل وما يصلح منها" کے ذیل میں فرماتے ہیں: فَإِنْ شَرَطُوا جُعْلًا نُظِرَ ، فَإِنْ كَانَ الْجُعْلُ مِنْ أَحَدِ الْجَانِبَيْنِ خَاصَّةً بِأَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ إنْ سَبَقْتنِي أَعْطَيْتُك كَذَا ، وَإِنْ سَبَقْتُك لَمْ آخُذْ مِنْك شَيْئًا فَهُوَ جَائِزٌ عَلَى مَا شَرَطَا"[10] (اگر لوگوں نے جعل (انعام) کی شرط لگائی، پھر اگر وہ انعام ایک جانب سے ہو بایں طور کہ کسی نے اپنے ساتھی سے کہا: اگر آپ مجھ سے سبقت لے گئے تو میں آپ کو اتنا انعام دوں گا اور اگر میں جیت گیا تو میں آپ سے کچھ نہیں لوں گا تو یہ جائز ہے)۔

ایک جگہ "باب الجعائل" کے ذیل میں ذکر کرتے ہیں: "وَذَكَرَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إنَّ مَثَلَ الَّذِينَ يَغْزُونَ مِنْ أُمَّتِي وَيَأْخُذُونَ الْجُعَلَ يَتَقَوَّوْنَ بِهِ عَلَى عَدُوِّهِمْ كَمَثَلِ أُمِّ مُوسَى تُرْضِعُ وَلَدَهَا وَتَأْخُذُ أَجْرَهَا ـــ يَأْخُذُونَ الْجُعَلَ مِنْ إخْوَانِهِمْ مِنْ الْمُؤْمِنِينَ لِيَتَقَوَّوْا بِهِ عَلَى عَدُوِّهِمْ ، وَذَلِكَ لَهُمْ حَلَالٌ" [11] (جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میری امت کے ان لوگوں کی مثال جو لڑتے ہیں اور جُعل لیتے ہیں تاکہ اس جُعل کے ذریعے اپنے دشمن کے خلاف قوت حاصل کرتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرح ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو دودھ پلاتی تھی اور اس کا اجر وصول کرتی تھی۔۔۔ وہ اپنے مسلمان بھائیوں سے جُعل لیتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے اپنے دشمنوں کے خلاف قوت حاصل کریں، اور یہ ان کے لئے حلال ہے۔)

نیز قیدیوں سے متعلق رہنمائی کے ضمن میں امام محمد بن حسنؒ "السیر الکبیر" میں لکھتے ہیں:

وَإِذَا قَالَ الْأَمِيرُ : مَنْ دَلَّنَا مِنْ الْمُسْلِمِينَ عَلَى عَشْرَةٍ مِنْ الرَّقِيقِ فَلَهُ رَأْسٌ فَدَلَّهُمْ رَجُلٌ بِكَلَامٍ وَلَمْ يَذْهَبْ مَعَهُمْ .فَذَهَبُوا إِلَى ذَلِكَ الْمَوْضِعِ وَجَاءُوا بِالرَّقِيقِ كَمَا قَالَ فَلَا شَيْءَ لَهُ مِنْ النَّفْلِ [12]

جب امیر نے اعلان کیا: جو مسلمان دس قیدیوں تک رسائی کے بارے میں ہماری رہنمائی کرے اس کو ایک قیدی انعام دیا جائے گا۔ تو ایک شخص نے صرف زبانی طور پر رہنمائی کی اور ان کے ساتھ چل کر نہیں گیا۔ پھر وہ لوگ اس جگہ تک خود گئے اور اس شخص کے کہنے کے مطابق ان قیدیوں تک پہنچ گئے تو ایسی صورت میں اس شخص کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔

اس میں عوض کو دس قیدیوں کے ساتھ معلق کیا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ باقاعدہ ان قیدیوں تک پہنچا کر لے جائے کہ یہ ہیں قیدی، لہٰذا اگر عامل نے صرف جگہ کا پتہ بتایا لیکن اس جگہ پر جا کر نہیں بتایا تو اس کو انعام بھی نہیں ملے گا۔

نیز کہیں بھگوڑے غلام کے لوٹانے کے مسئلہ کے ذیل میں جُعل کا ذکر کرتے ہیں، تو کہیں غیر مسلموں کے ساتھ صلح اور معاہدہ کے تحت جعالہ کو ذکر کرتے ہیں۔ الغرض کئی جگہوں پر اس جعالہ کا ذکر کرتے ہیں جس سے جعالہ کی مشروعیت اور اس کے مختلف احکام ثابت ہوتے ہیں.

اسی طرح ابن عابدین شامیؒ نے عقدِ جعالہ کی تعریف یوں کی ہے:" انّها ما جُعل للإنسان من شيء على فعل"[13] (عقدِ جعالہ یہ ہے کہ کسی شخص کیلئے کسی کام کے بدلے کوئی چیز مقرر کی جائے)۔

نیز "درر الحکام فی شرح مجلۃ الاحکام" میں عقدِ جعالہ کی تعریف یوں کی گئی ہے: "الجعالة هي عبارة عن التزام التصرف المطلق في عمل معلومًا كان أو مجهولًا لشخص معينًا كان أو غير معين"[14] (عقدِ جعالہ کسی معین یا غیر معین شخص کیلئے معلوم یا مجہول کام کے بدلے میں مطلق تصرف کرنے کے التزام کا نام ہے)۔

ان تعریفات سے بخوبی یہ واضح ہوتا ہے کہ فقہائے حنفیہ کے نزدیک عقدِ جعالہ ایک عقدِ غیر لازم ہے جس میں نہ تو مقدارِ عمل کا متعین ہونا شرط ہے اور نہ ہی مدتِ عمل کا مقرر ہونا شرط ہے بلکہ اس میں اصل چیز عمل کا نتیجہ ہے یعنی جب تک عمل کا نتیجہ نہ نکلے اس وقت تک انعام بھی نہیں ملے گا۔ تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ عقدِ جعالہ میں معقود علیہ "نتیجہ عمل" ہے نہ کہ خود وہ عمل اور نہ ہی مدت، جیسا کہ عقدِ اجارہ میں یہی چیزیں (عمل یا مدت) معقود علیہ ہوتی ہے۔

تاہم ایک بات کی وضاحت کرنا مناسب ہے کہ چونکہ امام ابو حنیفہؒ نے عقدِ جعالہ پر کوئی بحث نہیں کی ہے اس وجہ سے بعض لوگ یہ سمجھے کہ امام ابو حنیفہؒ عقدِ جعالہ کو جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ایسی بات نہیں ہے بلکہ

حقیقت تو یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ بھی عقدِ جعالہ کے جواز کے قائل تھے جیسا کہ امام ابن قدامہؒ نے اس بات کی صراحت کی ہے۔ چنانچہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں: "الجعالة في رد الضالة والابق وغيرهما جائزة وهذا قول قول أبي حنيفة و مالك و الشافعي" [15](عقدِ جعالہ گم شدہ سامان اور بھگوڑے غلام کے لوٹانے میں اور ان ان کے علاوہ میں جائز ہے اور یہ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا قول ہے)۔

الغرض معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ سمیت تمام ائمہ احنافؒ کے نزدیک عقدِ جعالہ ایک جائز عقد ہے۔

عصری تطبیقات

عقدِ جعالہ ایک ایسا عقد ہے کہ جس میں باقی عقودِ شرعیہ (اجارہ، شرکت، استصناع وغیرہ) کی طرح کڑی شرائط نہیں پائی جاتی ہیں جس کی بدولت اس میں بہت وسعت پیدا ہوئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ موجودہ زمانے میں عقدِ جعالہ کو بروئے کار لا کر بہت سارے معاملات کو اسلامی اصولوں کے مطابق بنایا جا سکتا ہے جن کو دیگر عقود کے ذریعے حل کرنا ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ ذیل میں عقدِ جعالہ کے عصری تطبیقات کو ذکر کیا جاتا ہے۔

عقد جعالہ بابت کھدائی معادن وذخائر تیل

معاملات اجرت میں کبھی کبھی عمل اجرت، اس کی کیفیت، کمیت، حجم، مقدار، نوعیتِ عمل یہاں تک کہ مدتِ عمل کی تکمیل کا پیشگی تعین بھی نہیں کیا جا سکتا ہے ایسا عموماً قدرتی وسائل کی دریافت اور بازیابی میں ہوتا ہے۔ اس حوالے سے اگر دیکھا جائے تو پہاڑوں اور میدانوں میں معدنیات جیسے کوئلہ، تیل، گیس اور قیمتی پتھروں کی مقدار کے بارے میں یا ان کی گہرائی کے بارے میں پہلے سے پتہ چلانا مشکل ہوتا ہے گو کہ جدید آلات پیشگی بتاتی ہیں کہ تیل کتنی گہرائی پر موجود ہے یا کوئلہ کسی پہاڑ کے اندر کس حد اور کس سطح تک موجود ہے۔ پھر بھی معاہدہ کاروں کے درمیان اس کو قطعیت کے ساتھ تسلیم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح چولہستانوں اور صحراؤں میں نکاسِ آب کے منصوبے میں بھی پانی کی سطح اور بھرمائی کے عمل کا پیشگی اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے۔ اس حوالے سے عموماً عقدِ جعالہ کا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں یہ بات بھی شامل بحث ہو سکتی ہے کہ کسی عمل، عمارت یا سڑک کی قبل از وقت تکمیل موجب جعالہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

فقہی اعتبار سے عقود کی ترتیب اور ان کا انعقاد کچھ خصوصی شرائط کے ساتھ مشروط ہوتی ہیں۔ یہ عقود دو قسم کے ہیں، ایک وہ جن میں کیفیت عمل، مدت عمل اور عمل کا تعین پہلے سے کرنا ممکن ہوتا ہے۔ تمام تجارتی اور مالی عقود اسی ضمرے سے تعلق رکھتے ہیں جن میں شراکت، مضاربت، اجارہ اور ان کے مترادف دیگر عقود شامل ہیں۔ اس ضمن میں پاکستان میں نافذ قانون معاہدات (Contract Act 1907) اس قسم کے معاہدات کی

تصریح کرتی ہے۔

دوسری قسم کا معاہدہ یا عقد جعالہ کہلاتا ہے جیسا کہ پہلے منقح کیا جا چکا ہے۔ اس قسم کا عقد عموما قانونی اور مدنی پیچیدگیوں کا موجب بنتی ہے کیونکہ یہ یکسر مختلف ہوتا ہے کہ اس میں شرائط معاہدہ اور ان شرائط کی اطلاقی اور تطبیقی صورتیں عموما مبہم رہتی ہیں۔

معدنیات اور تیل نکالنے کے سلسلے میں اگر دیکھا جائے تو وہاں بھی نہ تو عمل کی مقدار معلوم ہوتی ہے کہ کتنے عمل کے بعد یہ معدنیات یا تیل یہاں سے نکلیں گے اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتنے وقت میں یہ معدنیات یا تیل نکل سکیں گے۔ بالفاظِ دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ ان معدنیات یا تیل نکالنے میں نہ عمل کی مقدار معلوم ہوتی ہے اور نہ زمانہ معلوم و متعین ہوتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ معدنیات یا تیل نکالنے میں باقی عقود شرعیہ کے بجائے صرف عقد جعالہ ہی کو زیر استعمال لا کر ضرورت پوری کی جا سکتی ہے۔[16]

اس کی عملی صورت یہ ہوتی ہے کہ جاعل عامل سے یہ کہتا ہے کہ یہاں سے تیل یا کوئی معدنیات نکالو گے تو تمہیں اتنا جُعل (انعام) ملے گا۔ اب اگر وہ عامل تیل نکال لے یا مطلوبہ معدنیات نکال لے تو وہ اپنے جُعل کا مستحق ہو جائے گا، لیکن اگر وہ یہ مطلوبہ تیل یا معدنیات نہ نکال سکا تو وہ اپنے اجر / جعل کا مستحق بھی نہیں ہو گا۔[17]

کھدائی معادن اور ذخائر تیل کے عنوان میں پانی کا کنواں کھودنا بھی شامل ہے جو بہت عام ہو چکا ہے یہاں تک کہ بعض علاقوں میں ہر شخص اپنے لئے الگ پانی کا کنواں کھودواتا ہے جس کی عملی صورت یہ ہوتی ہے کہ کنواں کھودوانے والا شخص (مثلاً؛ گھر کا مالک) کنواں کھودنے والے عامل سے پہلے معلومات لیتا ہے کہ یہاں کتنے فٹ گہرا پانی ہے؟ اور اس پر کتنا خرچہ آئے گا؟ معلومات لینے کے بعد وہ عامل سے کہتا ہے کہ مجھے پانی کا کنواں چاہئے جب مجھے تیار کنواں مل جائے تو میں آپ کو اتنا بدلہ (صلہ) دے دوں گا۔ عامل (جو عموما ٹھیکیدار ہوتا ہے اور اس کے یہاں مزدور ہوتے ہیں تو وہ) زمین کی سختی یا نرمی کے لحاظ سے کہتا ہے کہ ٹھیک ہے یہاں ہمارے اندازے اور تجربہ کی بنیاد پر مثلاً پچاس (۵۰) فٹ کی کھدائی پر پانی نکلے گا تو وہ مالک کو ایک اندازہ بتا کر یہ کہتا ہے کہ میں آپ کو تیار کنواں دوں گا۔ چنانچہ اگر وہ مذکورہ کنواں تیار کر کے دے دیتا ہے تو اسے اجر (جعل) ملے گا ورنہ نہیں۔

دیون / قرضہ جات کی وصولیابی

عقد جعالہ کی اہم تطبیقات میں سے ایک دیون یعنی قرضہ جات کی وصولی بھی ہے جس کی مختلف صورتیں ہو سکتی

ہیں۔[18] ایک صورت یہ ہے کہ کسی شخص کے دوسرے شخص پر دین (قرضہ) ہو اور مدیون (مقروض) کی جانب سے کوئی ادائیگی نہیں ہو رہی ہے یا تو اس وجہ سے کہ مقروض انکاری ہو گیا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میرے ذمے تو کوئی قرضہ نہیں ہے میں نے تو اس سے کوئی قرض لیا ہی نہیں ہے اور یا پھر وہ قرض اور دین کا اقرار کر رہا ہے لیکن ساتھ میں وہ یہ کہہ رہا ہے کہ میں ادائیگی کر چکا ہوں۔ تو ایسی صورتوں میں جب قرض خواہ خود اپنا قرضہ وصول کرنے سے عاجز آجائے بایں طور کہ وہ غریب ہے اور قانونی / عدالتی چارہ جائی نہیں کر سکتا ہے یا وہ کمزور ہے اور مقروض طاقت ور ہے جس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے یا کوئی اور وجہ ہو، تو ایسی صورت میں اگر دائن عقد جعالہ کو بروئے کار لا کر اپنے دیون کی وصولیابی کرنا چاہے تو کر سکتا ہے جس کی عملی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ وہ کسی سے کہے کہ اگر تم میرے فلاں فلاں قرض (دین) وصول کروگے تو میں تمہیں اتنا عوض (جعل) دونگا تو اگر وہ عامل مطلوبہ قرضے وصول کر کے آئے تو جُعل کا مستحق ہو جائے گا لیکن اگر وصول نہ کر سکا تو عوض سے بھی محروم رہے گا۔ یا قرض خواہ کسی بڑے اثر رسوخ والے شخص یا طاقت ور شخص سے کہتا ہے کہ فلاں پر ہمارا اتنا دین قرضہ ہے وہ وصول کر کے لاؤ تو میں تمہیں اتنی رقم بطورِ انعام دونگا تو وہ عامل اپنے اثر رسوخ یا قوت کو استعمال کر کے اگر وہ قرضہ وصول کر لیتا ہے تو اس کو انعام ملے گا۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تجارتی لین دین میں قرضوں اور ادھار کی بنیاد پر بہت سارے سودے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے پر دیون اور قرضے چڑھ جاتے ہیں جو بعد میں ماہانہ یا سالانہ ادا ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مدیون اپنا قرضہ وقت پر ادا نہیں کرتا ہے جس کی وجہ سے دائن کا کاروبار متاثر ہوتا ہے اس لئے قرض خواہ ایسی صورت میں پہلے تو اپنی کوشش کرتا ہے تاکہ قرض کی وصولی ہو جائے لیکن جب وہ ناکام ہو جائے تو وہ ایسا بھی کر سکتا ہے کہ کسی اور اثر ورسوخ والے یا کسی چالاک شخص یا طاقت ور سے کہے کہ فلاں کے ذمہ میرا قرضہ ہے اس کو اگر وصول کر لو تو آپ کو اتنی رقم ملے گی یا ایک عام اعلان کر دے کہ جو شخص میرا فلاں قرضہ وصول کر لے تو اس کو اتنی رقم بطورِ انعام ملے گی تو اس طرح کا اعلان بظاہر بہت مفید معلوم ہوتا ہے بلکہ اکثر ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ قرض خواہ کسی اور کو پیسوں کی لالچ دے کر اپنا قرضہ آسانی سے وصول کر لیتا ہے۔

نیز آج کل غیر سودی بینکوں نے مختلف عقود کے ذریعے قسطوں کی شکل میں اشیاء فراہم کرنے کی سہولت دی ہے اور اسی طرح بہت ساری کمپنیوں نے قسطوں پر کاروبار شروع کیا ہوا ہے جس میں سامان خریدنے والے کو دے دیا جاتا ہے اور اس کی قیمت ماہانہ قسطوں کی شکل میں وصول کی جاتی ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سامان

خریدنے والا کسی وجہ سے ایک یا کئی قسطیں ادا نہیں کرتا ہے تو وہ بینک یا کمپنی اپنے ریکوری آفیسر (Recovery Officer) یا ٹیم کو یہ کام حوالے کرتے ہیں کہ فلاں آدمی سے قسط (رقم) وصول کرنی ہے تو وہ افسر یا اس کی ٹیم ریکوری کرتی ہے اور اس طرح اس ریکوری کرنے پر اس آفیسر کو انعام ملتا ہے یا کوئی بونس ملتا ہے وغیرہ جو درحقیقت عقدِ جعالہ کے تحت داخل ہے۔ پھر یہ انعام کبھی نقد رقم کی شکل میں ہوتا ہے اور کبھی قرضہ کا فیصدی حصہ مقرر ہوتا ہے اس طرح کہ جتنا قرضہ وصول کیا جائے اس کا مثلاً دس فیصد حصہ وصول کرنے والے کو دیا جائے گا اور ایسا کرنا شریعت کی نگاہ میں جائز ہے۔

الغرض قرضہ جات کی وصولیابی میں عقدِ جعالہ اہم کردار ادا کرتا ہے جس کی وجہ سے بہت سارے ایسے قرضے وصول ہو جاتے ہیں جن کا وصول کرنا خود قرض خواہ کیلئے بہت مشکل ہوتا ہے یا وہ اس کی وصولیابی کو ناممکن سمجھتا ہے۔[19]

ڈیزائن، ایجادات اور دریافت میں عقدِ جعالہ

سائنسی دور میں نئی نئی ایجادات ہو رہی ہیں اور مختلف قسم کے جدید ڈیزائن کے آلات تیار ہو رہے ہیں اور ہر جگہ یہ کوشش ہو رہی ہے کہ لوگوں کے سامنے نئی سی نئی چیز لائی جائے تاکہ لوگ ان ایجادات سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں جس کے نتیجے میں ایجادات اور ڈیزائن بنانے والے افراد یا کمپنیوں کا نام بھی روشن رہے اور ان کو زیادہ سے زیادہ ترقی حاصل ہو۔

ایسے وقت میں جب ہر فرد اور گروہ اس دوڑ میں لگا ہے کہ وہ ایسے طریقے معلوم کرے جس کے ذریعے عوام بلاشک وشبہ اور بغیر کسی چوں وچرا ں کے ان کی طرف متوجہ ہو جائیں تو عقدِ جعالہ ایک ایسا طریقہ کار ہے کہ جس کی وجہ سے یہ مقصد بآسانی حاصل کیا جا سکتا ہے، اس لئے کہ عقدِ جعالہ میں انعام (پیسوں) کی بنیاد پر کام کرایا جاتا ہے اور یہ انسانی فطرت بھی ہے کہ جہاں اسے کوئی فائدہ نظر آئے اور وہ بھی مالی فائدہ ہو تو اس کی طرف بڑھ چڑھ کر کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ آج کل عقدِ جعالہ کے ذریعے نئی ایجادات، دریافت اور نئی نئی ڈیزائن بنانے میں بہت مدد مل سکتی ہے بلکہ ان کا استعمال موجودہ دور میں بہت عام ہوتا جا رہا ہے[20]۔ بڑی بڑی کمپنیاں لوگوں کو انعام کی پیش کش کر کے ان سے نئی ایجادات، دریافت اور نئی نئی ڈیزائن تیار کرواتے ہیں اور یوں فائدہ اٹھاتے ہیں۔

اس سلسلے میں عقدِ جعالہ کو بروئے کار لانے کی مختلف صورتیں سکتی ہیں بلکہ عملاً ہوتی ہیں[21]؛ مثلاً کوئی سائنسی ریسرچ ادارہ ہے جو سائنسی ایجادات میں نئی چیزیں سامنے لانا چاہتے ہیں تو اس مقصد کے لئے وہ اچھے اچھے

سائنسدانوں کو پیش کش کرتے ہیں کہ جو کوئی نئی ایجاد یا دریافت لے کر آئے گا اسے اتنی مقدار رقم انعام کے طور پر دی جائے گی یا اس کو یہ ایوارڈ دیا جائے گا تو اس انعام کی لالچ میں وہ سائنسدان بڑے شوق و ذوق سے یہ کام انجام دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ادارے یا کمپنی کی ساکھ بڑھ جاتی ہے اور سائنسدانوں کو ایک خاطر خواں رقم اضافی مل جاتی ہے۔

ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ تقریباہر کمپنی میں کچھ خاص لوگ ایسے ہوتے ہیں جو صرف اس کام کیلئے مخصوص کئے جاتے ہیں کہ وہ اس کمپنی کے پروڈکٹس کو مزید آگے بڑھائے اور ان کو ترقی دے جس کیلئے ضروری ہے کہ وہ مخصوص لوگ اپنی پروڈکٹس کو جدید شکل میں پیش کریں تاکہ زیادہ لوگ ان کی طرف متوجہ ہوں اور ان کی پروڈکٹس کو خریدیں۔ اس مقصد کیلئے ہر ادارے یا کمپنی والے اپنے اس ڈیپارٹمنٹ / شعبہ والوں کو خصوصی انعام یا الاؤنس کی پیش کش کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ لوگ بخوشی محنت اور جفاکشی سے کام لیتے ہوئے نئے نئے پُرکشش ڈیزائن تیار کرتے ہیں، جیساکہ کپڑوں اور گارمنٹس(Garments) میں گل احمد(Gul Ahmad)، الکرم(Al-karam)، ایڈیڈاس(Adidas)وغیرہ نئی نئی ڈیزائنز لے کر آتی ہیں اور جوتوں میں باٹا(Bata)، سروس(Servis)، ایڈیڈاس(Adidas)، نائیک(Nike)وغیرہ آئے دن نیا اسٹاک (Stock)مارکیٹ میں لے کر آتے ہیں۔

تعلیمی میدان میں ترقی کیلئے تحقیقی ادارے یا شعبے بنائے گئے ہیں جن کا مقصد تعلیم اور ریسرچ کو فروغ دینا ہے ۔یہ ادارے یا شعبے ہر خاص اور عام کو تحقیق کی دعوت دیتے ہیں اور اس سلسلے میں لوگوں کو ابھارنے کیلئے اعلان کرتے ہیں کہ جو شخص نئی تحقیق (Research)لے کر آئے گا اس کی تحقیق کو پبلش کیا جائے گا یا اسے اتنا انعام دیا جائے گا وغیرہ۔ جیساکہ ہائیر ایجوکیشن کمیشن(HEC) کی طرف سے مختلف کانفرنس میں پریزنٹیشن (Presentation)کیلئے تحقیق کی دعوت دی جاتی ہے اور ساتھ میں آنے جانے کے کرایہ اور کچھ اضافی رقم کی پیشکش ہوتی ہے اور یہ صرف اندرونِ ملک تک محدود نہیں ہوتی بلکہ بیرون ملک کیلئے بھی ہوتی ہے جس میں آنے جانے کا سارا خرچہ ہائیر ایجوکیشن کمیشن والے برداشت کرتے ہیں اور یوں اپنے ملک کی تعلیمی اور تحقیقی معیار کو بڑھاتی ہے۔ اسی سلسلے میں اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حکومت پاکستان کی طرف سے سرکاری ملازمین کیلئے جو ایم-فل(M-Phil)اور پی ایچ ڈی (P.hd) کرنے پر الاؤنس ملتا ہے یا ترقی ہوتی ہے وہ بھی درحقیقت یہی عقدِ جعالہ کے تحت داخل ہوتا ہے اس لئے کہ بہت سارے اساتذہ، لیکچرار اور پروفیسرز اسی وجہ سے مزید ڈگری حاصل کرتے ہیں تاکہ ان کو جلدی ترقی ملے اور ان کی تنخواہ میں خاطر خواہ اضافہ ہو وغیرہ،

اگرچہ بہت سارے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ صرف اپنے شوق وذوق سے مزید پڑھتے رہتے ہیں اور جدید تحقیقات کرتے رہتے ہیں اور اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگری حاصل کرتے ہیں ۔ الغرض عقدِجعالہ موجودہ دور میں ملک کی تعلیمی، سائنسی اور تحقیقی میدان میں ترقی دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے جس سے اقتصادی طور پر بھی ملک مستحکم بنتا ہے۔

مختلف جوائز اور عطیات

عقد جعالہ کی عملی تطبیقات میں جو سب سے زیادہ اور عام طور پر پائی جاتی ہیں وہ مختلف قسم کے پیکجز اور عطیات کی صورت میں معاشرے میں پائی جاتی ہیں[22]۔ ان کو متعارف کرانے کیلئے مارکیٹنگ کے بے شمار طریقے رائج ہیں جن کے ذریعے مختلف کمپنیاں اور ادارے عوام کو پیکجز اور تحائف کی لالچ دے کر اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں اور یوں ایک طرف تو نفع کماتے ہیں اور دوسری طرف اپنا اثرورسوخ اور معیار بلند کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ ایک عام اعلان ہوتا ہے کہ جو شخص ہماری کمپنی کی کوئی چیز لے گا اسے اتنی رقم ڈسکاونٹ دی جائے گی، مثال کے طور پر بعض دوائیوں کی کمپنیاں یہ کہتی ہیں کہ ہم دس فیصد ڈسکاونٹ کریں گے، اور بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ کمپنی یا ادارہ یا فیکٹری وغیرہ کے مالکان / منتظمین کی طرف سے یہ اعلان کروایا جاتا ہے چاہے وہ زبانی طور پر ہو یا بذریعہ پوسٹرز ہو، کہ جو شخص ہماری کمپنی یا ادارے کی ایک چیز خریدے گا تو اسے ایک اضافی چیز مفت دی جائے گی جیسے Buy one Get One Free کہتے ہیں۔ اسی طرح کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ کال / مارکیٹ سے خریداری کی صورت میں ایک ٹوکن دیا جاتا ہے جس پر قرعہ اندازی کے ذریعے انعام حاصل کیا جاتا ہے جیسا کہ بڑے سٹورز مثلاً: Hyper mall، Dolmen، Metro وغیرہ پر ایسا ہوتا ہے۔

نیز کچھ کمپنیاں (موبائل کمپنیاں) یہ کہتی ہیں اور پیج دیتی ہے کہ جو شخص ہماری کمپنی / نیٹ ورک کی سِم خریدے گا اسے پچاس یا سو روپے کا بیلنس مفت میں دیا جائے گا یا اتنے منٹ اور "MBs" مفت میں دی جائے گی وغیرہ۔ اور یہ تو آج کل بہت عام ہو چکا ہے کیونکہ مارکیٹ میں مختلف کمپنیاں آچکی ہیں اور ہر کوئی نئے نئے پیکج کے ذریعے عوام اور گاہکوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہی ہے یہاں تک کہ بعض کمپنیاں مفت میں اپنی سِم دیتی ہے تاکہ گاہک ان کا نیٹ ورک استعمال کرے۔ یہی صورت حال ہے مختلف انٹرنیٹ / Wi-Fi والی کمپنیوں کا اور دیگر ٹی وی چینلز کا، کہ وہ طرح طرح کے مختلف پیکجز دیتی ہیں اور اپنا نیٹ ورک گھر گھر پہنچا دیتی ہیں۔ اور یہ ان کا مقصد ہے ۔ جبکہ دوسری جانب عوام کو بھی بہت فائدہ ہوتا ہے کہ سستی قیمت پر ہر چیز فوری طور پر دستیاب ہو جاتی ہے اسلئے کہ جب مارکیٹ میں مختلف کمپنیاں ایک سہولت دیتی ہیں تو گاہک کیلئے ان میں سے کم قیمت اور آسانی سے

دستیاب ہونے والی چیز کا انتخاب آسان ہو جاتا ہے۔

سرکاری ملازمین کے لئے بھی سرکار کی طرف سے تنخواہ کے علاوہ بھی بہت سارے عطیات اور انعامات مقرر کئے جاتے ہیں جو دراصل جُعل (انعام) کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسی ہوتی ہیں کہ حکومت یہ اعلان کرتی ہے کہ جو شخص اس سال اچھی کارکردگی دکھائے اسے اتنی رقم بونس ملے گی یا اس کو ترقی دی جائے گی یا اس کے لئے اسپیشل الاؤلنس لگایا جائے گا وغیرہ۔ تو یہاں پر اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ ملازم اچھے سے اچھا کام کرے جس کے بدلے میں اسے انعام اور عطیہ بھی مل جاتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ملازم کو اچھی کارکردگی پر نہ تو کوئی اضافی رقم ملتی ہے اور نہ ہی ترقی ہوتی ہے البتہ اس کو حسنِ کارکردگی کا سرٹیفکیٹ یا ایوارڈ مل جاتا ہے جو بذات خود ایک انعام سمجھا جاتا ہے جیسا کہ پاک فوج میں مختلف تمغے ملتے ہیں مثلاً تمغہ امتیاز، نشان حیدر وغیرہ۔

الغرض جعالہ کے ذریعے آج کل سرکاری حکومت، کمپنیاں اورادارے مختلف پیکجز دی رہی ہیں جن سے عام لوگوں کا رُخ سرکار، اداروں اور کمپنیوں کی مختلف خدمات، اشیاءاور پروڈکٹس کی طرف ہے۔ کمپنیاں اور ادارے اپنی تشہیر کے ساتھ ساتھ اپنا نفع کما رہی ہیں، جبکہ عام لوگوں کو پیکجز کی شکل میں مہنگی اشیاء اور پروڈکٹس کم قیمت پر مل رہی ہیں۔[23]

مسابقات (مقابلوں) میں انعامات

انسانی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان خود آگے سے آگے بڑھے اور دوسرے کو پیچھے چھوڑے۔ اسی وجہ سے ہر ملک و قوم، حاکم و محکوم، خاص و عام، مرد و عورت کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طریقے سے دوسرے سے بڑھ جائے اور ہر میدان میں اپنا ایک نام روشن کرے، چاہے وہ سیاست کے میدان میں ہو یا تعلیم کے، صحت سے متعلق ہو یا کھیل سے، بین الاقوامی لحاظ سے ہو یا قومی لحاظ سے۔ پھر اسی مقصد کیلئے آپس میں مقابلے ہوتے ہیں تاکہ ہر ایک انسان انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی، کھل کر اپنی مہارت اور جوہر دکھلائے اور یوں اپنی فطرت کے مطابق اپنے آپ کو دوسروں سے آگے بڑھائے۔

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اکثر مقابلوں کے نتیجہ میں جیتنے والے کو کوئی خصوصی انعام دیا جاتا ہے اور یہ انعام کا ملنا ایک ایسی چیز ہے کہ جس کی وجہ سے بہت سارے لوگ مقابلے میں شرکت لیتے ہیں اور یوں بہت سارے افراد کی صلاحیتوں کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ پھر یہ انعام کبھی تو نقدی (رقم) کی صورت میں ہوتا ہے اور کبھی ایوارڈ یا سرٹیفکیٹ کی شکل میں اور کبھی سونے، چاندی کے میڈلز کی شکل میں ہوتا ہے تو کبھی کسی اور صورت

میں جیسا کہ صرف زبانی شاباش دینا وغیرہ، یعنی انعام کی کوئی مخصوص صورت نہیں ہے بلکہ مختلف صورتیں ہوتی ہیں جن کی لالچ دے کر بہت سارے مقابلے منعقد کئے جاتے ہیں۔

موجودہ زمانے میں انعام کی بہت ساری صورتیں رائج ہیں، مختلف قسم کے مقابلوں میں مختلف قسم کے انعامات دیئے جاتے ہیں اور پھر ان کی بھی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ ان مختلف مروجہ صورتوں کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ ان سب کو تین قسموں میں داخل کیا جا سکتا ہے اور وہ تین قسمیں مندرجہ ذیل ہیں۔[24]

1. ایک شخص دوسرے کو حسن کارکردگی پر انعام دے، مثلاً دو یا دو سے زیادہ افراد میں کوئی مقابلہ ہو رہا ہو اور کوئی تیسرا شخص جو اس مقابلہ میں شریک نہ ہو، انعام مقرر کرے کہ جو شخص جیتے اسے اتنا انعام دوں گا۔
2. دو فریق مقابلہ میں شرکت کر رہے ہیں اور یوں انعام مقرر کریں کہ جو جیتے گا تو ہارنے والا فریق اس کو اتنا انعام دے گا چاہے وہ رقم کی شکل میں ہو یا کسی اور صورت میں۔
3. انعام کی تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک فریق کی طرف سے رقم کی ادائیگی یقینی اور دوسرے فریق کی طرف سے غیر یقینی ہو۔

اب ہر ایک صورت کا شرعی حکم ذکر کیا جاتا ہے۔[25]

پہلی صورت کا حکم

یہ صورت بعینہٖ جعالہ ہے جس میں ایک ایسا فریق جو مقابلے میں شریک نہیں ہے وہ انعام مقرر کرتا ہے اور جیتنے والے کو وہ انعام دیا جاتا ہے۔ یہ صورت شریعت اسلامیہ کی تعلیمات کے مطابق جائز ہے اور اس طرح کا انعام مقرر کرنا اور اس انعام کی بنیاد پر مقابلے کرنا شرعاً جائز ہے۔ نیز جیتنے والے کا انعام وصول کرنا اور استعمال میں لانا جائز ہے۔ البتہ اس صورت میں یہ شرط ہے کہ انعام فریقین کے علاوہ کوئی تیسرا شخص مقرر کرے اور فریقین سے رقم وصول نہ کرے اور اگر فریقین سے مقابلے کیلئے رقم وصول کی گئی ہو تو اس وصول شدہ رقم کو انعام کا حصہ نہ بنایا جائے بلکہ اس کو مقابلے کے اخراجات وغیرہ میں صرف کرے۔ اس میں وہ سارے مقابلے داخل ہیں جن میں فریق ثالث انعام مقرر کرتا ہے مثلاً مقابلہ حسنِ قرأت، تقریر، کوئز مقابلے، امتحانات میں پوزیشن لینے کا مقابلہ وغیرہ۔

دوسری صورت کا حکم

اس صورت کا حکم یہ ہے کہ یہ قمار (جوا) ہے جو ناجائز اور حرام ہے۔ آج کل اس کی مختلف صورتیں ہیں اور

مختلف کھیلوں میں رائج ہے مثلاً کبوتری بازی، پتنگ بازی، کرکٹ، ویڈیو گیمز، تاش وغیرہ میں یہی ہوتا ہے کہ ہر فریق دوسرے کو چیلنج دیتا ہے کہ اگر تم جیتے تو میں تمہیں اتنا انعام دوں گا اور اگر میں جیتا تو تم مجھے اتنا انعام دوگے (چاہے وہ انعام رقم کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں)۔ اس طرح کی شرطیں اگر کسی کھیل میں لگائی جائے تو یہ جُوا میں داخل ہو جائے گا۔ اور جوا (قمار) ناجائز اور حرام ہے۔[26]

"کل شئی من القمار فهو من المیسر حتی لعب الصبیان بالجوز"[27] (ہر چیز جو قمار میں داخل ہے وہ میسر ہی کے حکم میں ہے یہاں تک کہ بچے جو اخروٹ سے ہار جیت کا کھیل کھیلتے ہیں، وہ بھی قمار ہے)۔

مذکورہ بالا انعام کی دوسری صورت میں یہ بھی داخل ہے کہ دو فریق مقابلہ کر رہے ہیں مثلاً میچ کھیل رہے ہیں اور ان دو فریقوں کے علاوہ باہر کے دو فریق آپس میں شرط یا جوا لگائے کہ ایک فریق ایک ٹیم منتخب کرے اور دوسرا دوسری ٹیم کو منتخب کرے۔ پھر جو ٹیم جیت جائے تو دوسری ٹیم والا جیتنے والے کو کوئی رقم ادا کرتے گا۔ یہ جوا ہے جو ناجائز اور حرام ہے۔

تیسری صورت کا حکم

اس تیسری صورت کا حکم بھی دوسری قسم سے ملتا چلتا ہے۔ البتہ اس تیسری قسم کے انعام کی مروجہ صورتیں فقہ اسلامی کی رُو سے محلِ نظر ہیں، جن کو اختصار کے ساتھ ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

الف) لاٹری

لاٹری در حقیقت ایک ایسی سکیم ہوتی ہے جس میں مختلف لوگوں کو بذریعہ قرعہ اندازی انعام حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ کچھ ٹکٹ بنائے جاتے ہیں اور ان کو نمبرز دیئے جاتے ہیں۔ پھر ان ٹکٹ کو فروخت کیا جاتا ہے، ان ٹکٹ کو خریدنے والے در حقیقت انعام کی لالچ میں اپنی رقوم داؤ پر لگاتے ہیں۔ پھر قرعہ اندازی ہوتی ہے جس کے نتیجے میں کچھ لوگوں کے نمبرز انعام یافتہ لوگوں کی فہرست میں آجاتے ہیں اور یوں ان کو انعام دے دیا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف جس کا نام نہ آئے وہ صرف یہ نہیں کہ انعام سے محروم رہ جاتے ہیں بلکہ ان کو اپنی اصل رقم بھی واپس نہیں ملتی ہے۔ لاٹری کی اور بھی مختلف صورتیں ہیں جیسا کہ اسکریچ کارڈ لاٹری، اسٹیٹ لاٹری وغیرہ لیکن چونکہ یہ سب قسمیں اور صورتیں قمار (جوا) میں داخل ہیں اس لئے ناجائز اور حرام ہیں۔

ب) انعامی سکیمیں

آج کل کے ترقی یافتہ دور میں بعض کمپنیاں ایسی ہیں جو زیادہ کمانے کی لالچ میں کچھ انعامی سکیمیں بناتی ہیں جس

کا طریقہ کار عموماً یہ ہوتا ہے کہ مختلف ڈبوں، مثلاً چائے کے ڈبوں، پنیٹ کے ڈبوں، بسکٹ کے ڈبوں وغیرہ میں ایک مخصوص نمبر لکھا ہوتا ہے۔ خریدار اس نمبر کو کو محفوظ کر لیتا ہے تو جن جن خریداروں کے پاس وہ نمبرز نکل آتے ہیں۔ ان کو انعام دے دیا جاتا ہے۔[28] اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ان انعامی ٹوکن کی وجہ سے فروخت کی جانے والی اشیاء اور پروڈکٹس کی قیمت میں کوئی اضافہ نہیں کیا جاتا بلکہ ان کو عام بازاری ریٹ پر فروخت کیا جاتا ہے تو ایسی صورت میں ملنے والا انعام درحقیقت کمپنی کی طرف سے ایک تبرع اور احسان ہے جو خاص صارفین / خریدار کے ساتھ کیا جاتا ہے اور یہ جائز ہے۔ اس کو جعالہ کے تحت بھی داخل کیا جا سکتا ہے۔ جس کی تفصیل "مختلف پیکجز" کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ انعامی ٹوکن کی وجہ سے ان اشیاء اور پروڈکٹس کی قیمت میں اضافہ کیا جائے تو یہ جوئے میں داخل ہو جاتا ہے کیونکہ ہر صارف سے کچھ اضافی رقم لی جاتی ہے پھر اس مجموعی رقم کو مخصوص صارفین کے درمیان تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور ہر ایک کو اپنی اضافی رقم واپس نہیں دی جاتی، تو یہ قمار یعنی جوا ہے جو شرعاً جائز نہیں ہے۔

ج) رسالوں / اخبارات میں کوئز پر انعام

عصرِ حاضر میں بعض رسالوں اور اخبارات میں کچھ سوالات شائع کئے جاتے ہیں اور ہر عام وخاص کو یہ دعوت دی جاتی ہے کہ وہ ان سوالات کے جوابات لکھ کر بھیجے۔ درست جواب دینے والا اگر ایک ہو تو اس ایک کو انعام دیا جاتا ہے لیکن اگر ایک سے زیادہ ہوں تو اس سب درست جواب دینے والوں کے درمیان قرعہ اندازی ہوتی ہے جس کا نام نکل آئے اسے انعام دیا جاتا ہے باقی محروم رہتے ہیں۔

اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس کو جاننے کیلئے ضروری ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ تمام درست جواب بھیجنے والوں سے کوئی رقم لی جاتی ہے یا نہیں، اگر رقم نہ لی جائے تو پھر یہ انعام لینا جائز ہے اور یہ جعالہ کے تحت داخل ہو گا جس کو آسان الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اخبار اور رسالے والوں نے اپنی طرف سے ایک انعام مقرر کیا ہے کہ جو شخص درست جواب دے گا اسے وہ انعام ملے گا اور یہ بعینہٖ عقد جعالہ کی صورت ہے۔ لیکن اگر درست جواب دینے والوں سے کوئی رقم لی جاتی ہے تو پھر یہ جوا میں داخل ہے اسلئے کہ رقم تو سب سے لی جاتی ہے۔ اور انعام صرف ایک مخصوص فرد کو ملتا ہے جس کا نام قرعہ میں نکل آئے اور یہ قمار ہی ہے۔[29] اور اگر واقعۃً دیکھا جائے تو رسالے اور اخبارات والے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ جواب بھیجنے کے ساتھ اتنی رقم بھی بھیجیں تو اگر یہ صورت ہے تو جب تک یہ رقم بھیجنے کی شرط ختم نہ کی جائے اس وقت تک یہ ناجائز ہو گا۔

اشیاء گمشدہ کی تلاش

کسی گم شدہ چیز کو تلاش کرنے کیلئے عقد جعالہ کو استعمال کرنا بہت ہی عام ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ جعالہ کا ذکر سب سے پہلے اسی گمشدہ شئ کی تلاش کے سلسلے میں ہوا ہے چنانچہ سورہ یوسف میں یہی مذکور ہے کہ حضرت یوسفؑ کے وزراء نے یہ اعلان کیا کہ ہمارے بادشاہی (حضرت یوسفؑ) کا پیالہ گم ہو گیا ہلے اور جو اس کو لے کر آئے تو اس کو ایک اونٹ کے بوجھ کے بقدر (غلہ) انعام ملے گا۔ تو یہاں گم شدہ پیالہ کی تلاش پر ایک بہت بڑا انعام ملے گا۔ تو یہاں گم شدہ پیالہ کی تلاش پر ایک بہت بڑا انعام مقرر کیا گیا جس کو عقدِ جعالہ کہتے ہیں اور اس انعام کو جُعل کہتے ہیں۔[30]

گمشدہ چیزوں کو تلاش کرنے کی بہت ساری صورتیں بن سکتی ہیں جو آج کل رائج بھی ہیں۔ ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

الف) بھگوڑا غلام / نوکر

بھگوڑا غلام اور نوکر اگرچہ براہ راست گمشدہ چیزوں میں داخل نہیں ہے کیونکہ یہ گم نہیں ہوتے ہیں بلکہ خود بھاگ جاتے ہیں لیکن ان کو بھی گم شدہ چیزوں میں بالواسطہ داخل کیا گیا ہے بایں طور کہ مالک ان کے مکان سے بے خبر ہوتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ مجھے اپنا غلام / نوکر مل جائے بلکہ بعض اوقات تو مالک کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ نوکر بھاگ گیا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ شاید کسی وجہ سے غائب ہو گیا ہے اور واپسی کا راستہ معلوم نہیں ہو گا جسکی وجہ سے وہ یہ اعلان کرتا ہے کہ جو شخص میرے غلام کو واپس لے آئے میں اُسے اتنا انعام دوں گا۔[31]

آج کل اس کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی کمپنی یا فیکٹری یا ادارہ کا کوئی ملازم اچانک بھاگ جائے اور وہ ادارہ یا کمپنی اس ملازم کو تلاش کر کے لانے پر کوئی انعام مقرر کر لے تو یہ بھی جعالہ ہی کی عملی صورت ہے۔

ب) جانور

کبھی جانور مثلاً گائے، بیل وغیرہ بھاگ جاتے ہیں یا لاپتہ ہو جاتے ہیں اس طرح کہ چرنے کیلئے کسی سبزہ زار علاقے میں گئے تھے لیکن واپسی کا راستہ بھول گئے یا کوئی اور وجہ ہو، تو ان صورتوں میں مالک یہ اعلان کرتا ہے کہ جو کوئی میرا گمشدہ جانور مجھے تلاش کر کے واپس لا دے اسے اتنا جُعل (انعام) دیا جائے گا تو اس طرح اعلان سے اس کا گمشدہ جانور مل جائے تو اسے یہ فائدہ ہو گا کہ جانور مل گیا اور تلاش کرنے والے کو انعام مل جائے گا اور یوں دونوں فائدے میں رہے۔ اسی طرح کسی کا کُتا غائب ہو جائے اور وہ اس کا بڑا شوقین ہو تو وہ یہ اعلان کرے کہ جو کوئی مجھے میرا کتا تلاش کر کے لائے اسے اتنا انعام ملے گا۔[32]

ج) سازوسامان

انعام کی لالچ دے کر کوئی چیز تلاش کرنے کی عموماً جو صورت ہوتی ہے وہ نوکر اور جانور تک محدود نہیں ہوتی بلکہ مختلف سازوسامان سے بھی متعلق ہوتی ہے کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ مالک کی بے احتیاطی کی وجہ سے کوئی چیز مثلاً قیمتی گھڑی، موبائل، بٹوا وغیرہ گم ہو جائے اور باوجود تلاش کے اُسے نہیں ملتی تو وہ یہ اعلان کرتا ہے کہ جو کوئی میری گمشدہ گھڑی وغیرہ لے آئے میں اسے اتنا انعام دوں گا۔[33] کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی چور یا ڈاکو کوئی چیز مثلاً گاڑی، موٹر سائیکل، موبائل وغیرہ چوری کر کے لے جاتا ہے تو مالک یہ اعلان کرتا ہے کہ جو کوئی میری گمشدہ گاڑی وغیرہ مجھے واپس کر کے دے دے تو اسے اتنی رقم انعام میں ملے گی۔

اسٹیٹ ایجنسی کا کاروبار

عقد جعالہ کی عصری تطبیقات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مختلف گروپ اور کمپنیاں بنی ہوئی ہیں جو اسٹیٹ ایجنسی کا کاروبار کرتی ہیں یعنی زمینوں، پلاٹوں، مکانوں اور فلیٹس وغیرہ کی خرید و فروخت اور کرایہ پر دینے کا کاروبار کرتی ہیں یہ کمپنیاں اور ایجنسیاں اپنے کاروبار کو مزید بڑھانے کیلئے انعام اور کمیشن کا جو طریقہ اختیار کرتے ہیں وہ درحقیقت جعالہ ہی ہے۔[34] مثال کے طور پر ایک ایجنسی ہے اس نے اپنے کارکنوں (ایجنٹ) سے یہ کہا کہ جو شخص ہمارے پاس کسی خریدار یا کرایہ دار کو لے کر آئے گا اسے فروخت شدہ مکان یا پلاٹ کا اتنا فیصد حصہ بطور انعام دیا جائے گا اسے فروخت شدہ مکان یا پلاٹ کا اتنا فیصد حصہ بطور انعام دیا جائے گا یا کرایہ پر دیا جانے والے مکان کا اتنا فیصد حصہ انعام کے طور پر ملے گا یا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ فروخت شدہ یا کرایہ پر دی گئی شئ کا فیصدی حصہ انعام کے طور پر مقرر نہیں ہوتا بلکہ عام اعلان ہوتا ہے کہ اسے اتنی رقم ملے گی وغیرہ۔

اسٹیٹ ایجنسی کا یہ کاروبار آج کل بہت عام ہو چکا ہے اور بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے اور س میں عموماً کارکنوں کو انعام کی لالچ دی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سارے کارکن خوب محنت س لگے رہتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ گاہک کو لے کر آتے ہیں اور اس طرح انہیں اپنا مقررہ انعام ملتا ہے اور کمپنی / ایجنسی کو اپنا فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ ان کے پلاٹس / مکانات وغیرہ فروخت ہوتے ہیں یا کرایہ پر چلے جاتے ہیں۔

خلاصہ بحث

زیر نظر تحقیق کے نتیجے میں مندرجہ ذیل امور سامنے آئے ہیں:

- عقدِ جعالہ کی حقیقت کے بارے میں احناف بالخصوص امام ابو حنیفہؒ کا مؤقف واضح ہو گیا کہ یہ عقد احناف کے نزدیک ایک جائز عقد ہے، حالانکہ یہ امر پہلے مکمل طور پر واضح نہ تھا جس کی وجہ سے دیگر فقہی مسالک

کی اکثر کتب میں اور فقہ حنفی کی بعض کتابوں میں عقدِ جعالہ کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ کی طرف عدم جواز منسوب کیا گیا ہے۔

- عقدِ جعالہ کی عصری تطبیقات کے سلسلے میں بہت ساری عملی صورتیں معلوم ہوئی ہیں جن میں عقدِ جعالہ کو بروئے کار لا کر اہم مالی اور تجارتی معاملات کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جا سکتا ہے۔
- عقدِ جعالہ کو مالی اداروں میں استعمال میں لانے کے ساتھ ساتھ غیر مالی اداروں اور افراد کیلئے بھی اس کی عملی صورتوں کو متعارف کیا گیا ہے۔
- اس تحقیق کی نتیجے میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ یہ موضوع ایک وسیع موضوع ہے جس پر مزید تحقیق کی جا سکتی ہے اور مزید نئے نئے امور سامنے لائے جا سکتے ہیں۔

References

[1] Yūsuf: 72

[2]Al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismāīl, Al-Jami' Al-Saḥīḥ lil Bukhārī, Hadīth No:2156, Al-Maktaba Dār Ibne Kathīr Beirūt, 1987.

[3]Ibne Manzoor, Al-Afriqi, Muhammad bin Mukarram, Lisān Al-'Arab, Al-Māda Ju'al, Dār Sādir Beirūt, 1st Edition

[4] Abū Al-Faiḍ, Muhammad bin Muhammad bin Abdul Razzāq, Taj ul 'Urūs, Al-Madda Jual

[5] Qal'ajī, Dr Ruwās, Mu'jam Lughat Al-Fuqahā, Karāchi (STN) Al-Mādda Al-Juala

[6] Yusuf: 72

[7] Ibid

[8]Ṣaḥīḥ Al-Bukhāri, Hadīth No:2156,

[9] Al-Ramali, Nihāyat Al-Muhtāj ila Sharḥ Al-Minhāj, Mauqa Al-Islām Al-Maktaba Al-Shāmila, Vol5, pg: 466

[10]Al-Sarakhsi, Muhammad bin Ahmad, Sharh Al-Siyar Al-Kabīr, Dār Al-Kutub Al-'Ilmīya, Beirūt, 1997, Vol1,pg 63

[11]Ibid pg: 98

[12]Ibid Vol2, pg: 390

[13]Ibn e 'Aābidīn, Muhammad Amīn bin Umar, Hāshiya Rad Al-Muḥtār, Dār ul Fikr Liṭabā't wa Al-Nashr, Beirūt, 2nd Edition,2000, Vol3, pg: 674

[14]Haider 'Alī, Durar Al-Ḥukkām fi Sharh Majallat Al-Aḥkām, Vol3, pg: 42

[15]Ibn e Qudāma, Al-Maqadaī, Abdullāh bin Aḥmad, Al-Mughnī fī Fiqh Al-Imām Aḥmad bin Hanbal, Vol6, pg: 375

[16]Dār Al-Kutub Al-Ilmīya, Beirut, 1415 H, Vol9, pg: 124

[17]U'thmānī, Islām aur jadīd ma'āshī masāil, Vol4, pg: 121

[18]Khalīl, Al-Sheikh Ghadir Ahmad, Ṭaṭbīq 'Aqd Al-Ju'āla fīl-Khidmāt Al-Maṣrafīya Al-Islamia, pg:12

[19]Al-Ma'ayīr Al-Shar'īah, Al-Meyār 15

[20]Imla' Uṭḥmānī, 132

[21]Al-Ma'āyīr Al-Shar'iah, Al-Me'yār 15

[22]Ibid, Al-Me'yār 55, Al-Musābiqāt wal Jawāiz

[23]Imlā' Uthmānī, 132

[24] Sheikh Zāda, Al-Kalyūbī, Abdul-Raḥmān bin Muḥammad, Majma' Al-Anhur fī Sharḥ Multaqa Al-Abḥur, Dār Al-Kutub Al-Almiya,1998, Vol9, pg: 211

[25]Al-Kāsānī, 'Alāuddīn Abū Bakar bin Mas'ūd, Badāi' Al-Ṣanāi', Kitāb Al-Sibāq, Dār Al-Kutub Al-'Ilmiya Beirūt, Vol14, pg: 94

[26]Majma' Al-Anhur fi Sharḥ Multaqa Al-Abḥur, Vol9, pg: 211

[27]Ibn e Kathīr, Abū Al-Fidā, 'Imād Uddīn, Tafsīr Ibn e Kathīr, Barqiyā Ma'rifkār Beirut, Vol3, pg :262

[28]Al-Ma'ayīr Al-Shariah, Al-Me'yār 55

[29] Muftī Aẓam, Muhammad Shafī', Jawāhir Al-Fiqh, Maktaba Dār ul U'lūm Karāchī, Vol4, pg: 558

[30] Yūsuf:72

[31]Ṭaṭbīq 'Aqd Al-Ju'āla fil-Khidmāt Al-Maṣrafīya Al-Islāmia, pg:12

[32] Lerner, Pablo (2004) "Promises of Rewards in a Comparative Perspective," Annual Survey of International & Comparative Law: Vol. 10: Iss. 1, Article 4

[33]Al-Ma'ayīr Al-Shar'iah, Al-Me'yār 15

[34]Islām aur jadīd ma'āshī masāil, Vol2, pg:201